دارالعلوم دیوبند نے کیا دیا؟

محمد اکبر شاہ جادر
جامعہ عثمانیہ، جام پور

دارالعلوم دیوبند کی بنیاد جن رحمت بھرے ہاتھوں نے رکھی ان کی روحانی عظمت کا خود یہ شاہکار واضح نشان ہے، ان کے خلوص نے بارگاہ بے نیاز میں جو رنگِ قبول پایا اسی کے نتیجے میں آج یہ اسلامی یونیورسٹی نہ صرف ہندو پاکستان میں مشہور ہے بلکہ اس کے فیض کے چشمے تمام دنیائے اسلام میں بہہ نکلے، یوں تو آپ کو مصر میں جامعہ ازہر جیسا مرکز علم دیکھنے میں آسکتا ہے جس کو اسلامی سلطنت کی سرپرستی ہمیشہ سے حاصل رہی ہے لیکن روحانیت اور علمیت کا بہترین امتزاج جو آپ کو سرزمین دیوبند کے اس دارالعلوم میں ملے گا وہ دنیا کے کسی علمی ادارے میں ڈھونڈنے سے بھی آپ نہ پاسکیں گے، دارالعلوم دیوبند کی بنیاد ایسے رحمت بھرے ہاتھوں نے ڈالی جس کو قدرت نے رنگ قبول بخش کر بقائے دوام کا تاج اس کے سر پر رکھا اور جس طرح یہ سدا بہار پھول عہد فرنگ میں کھلا تھا اسی طرح عہد برہمن میں بھی تر و تازہ اور شاداب ہے، وہ رحمت بھرے ہاتھ حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم صاحب نانوتویؒ کے تھے جنہوں نے اس کی بنیاد ڈالی، شیخ المشائخ حضرت حاجی امداداللہ صاحب تھانوی مہاجر مکی قدس سرہٗ اور دیگر اولیائے کرام کی دعاؤں کا نتیجہ تھا اور قطب الارشاد امام ربانی مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی سرپرستی کا پھل تھا جو حضرت نانوتوی قدس سرہٗ کے بعد عمل میں آئی، نیز حضرت مولانا شاہ رفیع الدین صاحب جیسے ولی کامل مہتمم اور حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی جیسے متقی اولین شیخ الحدیث اور شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ اور حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ جیسے بزرگوں کی برکتوں کا ثمرہ ہے۔

یوں تو دارالعلوم دیوبند نے ہزاروں عالم پیدا کئے لیکن اگر وہ صرف ایک ہی یگانہ روزگار، امام العصر علامہ محمد انور شاہ کشمیریؒ جیسا عظیم الشان عالم پیدا کرکے مستقبل کے لئے بند ہو جاتا تو پھر بھی لاکھوں ستاروں سے زیادہ منور شمس علامہ انور کافی تھا، لیکن آگے دیکھئے کہ دارالعلوم نے مفتی اعظم ہند مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانیؒ جیسے فقیہ النفس، حکیم الامت

مولانا اشرف علی تھانویؒ جیسے مجدد اعظم، شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ جیسے مفسر و متکلم، مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ جیسے ادیب و مفکر، مولانا سید حسین احمد مدنیؒ جیسے عالم و محدث، مفتی کفایت اللہ صاحب جیسے ثانی شامی، مولانا سید میاں اصغر حسین دیوبندی جیسے ولی کامل، مولانا عبید اللہ سندھی جیسے دیدہ ور مبصر، مولانا اعزاز علی صاحبؒ جیسے ادیب، مولانا مرتضیٰ حسنؒ جیسے مناظر، مولانا ظفر احمد عثمانی جیسے فقیہہ و محدث، مولانا محمد ابراہیم بلیاویؒ جیسے فلسفی، مولانا رسول خاں ہزارویؒ جیسے منطقی، مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع جیسے فقیہہ و مفسر، مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ جیسے محدث و مفسر، مولانا سید بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنی جیسے محدث عالم، مولانا مناظر احسن گیلانیؒ جیسے مورخ، مولانا خیر محمد جالندھریؒ جیسے عارف، مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ جیسے مخدوم و عارف اور علامہ شمس الحق افغانی اور مولانا قاری محمد طیب قاسمی جیسے فاضل و متکلم پیدا کیے، کوئی بتائے کہ آسمان دارالعلوم دیوبند کے علاوہ کوئی اور ایسا آسمان ہے جس پر ان جیسے آفتاب و ماہتاب چمکتے ہوں اور سرزمین دارالعلوم سے بڑھ کر اور کوئی سرزمین ایسی ہے جہاں ایسے سدا بہار پھول کھلے ہوں، بلاشبہ آج دنیائے اسلام میں ان ہی حضرات کی دھوم ہے اور ان ہی کا چرچا ہے، ان میں ہر شخص ایک انجمن کی حیثیت رکھتا ہے۔

دارالعلوم نے مسلمانوں کو کیا دیا اور اس کی شہرت کو چار چاند کیسے لگے، اس کا جواب صرف یہ ہے کہ اس نے مسلمانوں کو علم، عمل، اخلاص، ادب اور سیاست سے مالا مال کیا اور ہر ہر پہلو اور ہر ہر کروٹ پر ان کے لئے رہنمائی اور رہنمائی کا سامان فراہم کیا، اب اہل انصاف خود فیصلہ فرمائیں کہ جس دارالعلوم نے ہر ہر قدم پر مسلمانوں کی رہنمائی کی اور ان کو علم و عمل، اخلاص اور ادب و سیاست سے آراستہ کیا، اس سے بڑھ کر دارالعلوم دیوبند کا اور کیا شاہکار ہو سکتا ہے، حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شریعت کے تین جز ہیں: علم، عمل اور اخلاص، جب تک یہ تین جز موجود نہ ہوں، شریعت کا وجود نہیں ہوتا اور جب ان تینوں کے وجود سے شریعت وجود میں آ گئی تو خدائے پاک و بلند کی رضا حاصل ہو گئی جو تمام دنیوی و دینی نیک بختیوں سے بھی زیادہ ہے اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی سب سے زیادہ نعمت ہے۔ دارالعلوم نے بقول حضرت مجدد الف ثانیؒ علم، عمل اور اخلاص سے مزین علماء پیدا کر کے دنیائے اسلام میں شریعت کو قائم کیا اور شریعت قائم کر کے اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کا سامان پیدا کیا جو دنیا و مافیہا سے بڑھ کر ہے اور اسی لئے اکبر الٰہ آبادی مرحوم نے دیوبند کو دل روشن کہہ کر پکارا ہے۔

دارالعلوم نے علم کیوں کر دیا اس کے متعلق عرض یہ ہے کہ اس گہوارۂ علم سے بہترین اہل و ہنر پیدا ہوئے اور علم کے زیور سے آراستہ ہو کر دنیائے اسلام کے کونے کونے میں پہنچے اور جہاں جہاں پہنچے، انہوں نے اپنے علم کے چراغ سے اور ہزاروں چراغ روشن کیے اور لاکھوں ارباب علم پیدا کیے اور یوں یہ سلسلہ بڑھتا گیا۔ آج دارالعلوم کی ہزاروں شاخیں مظاہر العلوم سہارنپور، مدرسہ عربیہ قاسمیہ مراد آباد، امروہہ، میرٹھ، گلاؤٹھی، رڑکی، مظفر نگر، تھانہ بھون، دہلی، مکہ معظمہ، مدینہ منورہ، افغانستان، برما، انڈونیشیا، فلپائن، ڈابھیل اور پاکستان میں دارالعلوم کراچی، جامعہ اشرفیہ لاہور، دارالعلوم

الاسلامیہ ٹنڈوالہ یار، جامعہ خیر المدارس ملتان، جامعۃ العلوم الاسلامیہ کراچی، جامعہ رشیدیہ ساہیوال، جامعہ مدنیہ لاہور، اشرف المدارس کراچی، دارالعلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک، غرض یہ کہ جہاں جہاں فضلائے دیوبند پہنچے وہاں وہاں انہوں نے مدارس دینیہ قائم کرڈالے، اس طرح انہوں نے علوم وفنون کے ہر جگہ دریا بہائے، پھر جامع مسجدوں میں خطابت کے ذریعہ علم وتبلیغ کے چشمے جاری کئے، پنڈالوں اور جلسوں میں اپنے وعظوں سے لوگوں میں علوم دینیہ پھیلائے، سرکاری یونیورسٹیوں، کالجوں اوراسکولوں میں ہر جگہ آپ الحمدللہ دارالعلوم کے فاضل پائیں گے جو اپنی اپنی جگہ علم وتبلیغ کی شمعیں روشن کئے رہے اور کئے ہوئے ہیں اور جہاں مغربی اثرات نے مسلمان طلباء کے دلوں پر اپنے سکے جمائے ہوئے ہیں وہاں یہ حضرات علماء دیوبند دینی دفاع میں مصروف عمل ہیں۔ مدارس عربیہ قائم کرنے کے علاوہ دارالعلوم کے فضلاء نے تصنیفات وتالیفات کا بھی ایک زبردست ذخیرہ پیدا کیا ہے، علم شریعت، روحانیت وطریقت، زبان اور سیاست میں بہت سی کتابیں لکھیں اوراس طرح دنیائے اسلام کی زبردست خدمات انجام دیں اور علوم دینیہ پھیلانے میں بڑی کوشش کی، اس سلسلہ میں حجت الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی آب حیات، تقریر دلپذیر، حجۃ الاسلام، ہدیہ شیعہ وغیرہ، قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کی فتاویٰ رشیدیہ، کوکب دری، زبدۃ المناسک، سبیل الرشاد، تصفیۃ القلوب، امداد السلوک وغیرہ، شیخ الہند حضرت مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ کا ترجمہ قرآن مجید اردو زبان کا عظیم شاہکار ہے اور سورۂ بقرہ اور سورۂ نساء کے تفسیری فوائد بہترین تفسیری فیضان ہے۔

امام العصر علامہ سید احمد انور شاہ کشمیریؒ کی لاجواب کتاب فیض الباری شرح بخاری، شرح ترمذی، عقیدۃ الاسلام، مشکلات القرآن، اکفار الملحدین اور خاتم النبیین وغیرہ وغیرہ۔ حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانویؒ کی تصنیفات تقریباً ڈیڑھ ہزار ہیں۔ ان میں سے تفسیر بیان القرآن، قرآن کریم کا نہایت سادہ بامحاورہ ترجمہ اور فوائد تفسیریہ، بہشتی زیور، البوادر النوادر، اصلاح الرسوم، نشر الطیب، الافاضات الیومیہ وغیرہ علمی شاہکار ہیں۔ شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانیؒ صاحب کی فتح الملہم شرح مسلم دنیائے اسلام اور حنفیت کا بہترین عربی شاہکار، قرآن کریم کی بے نظیر پرمغز اور ادیبانہ مقبول عوام وخواص تفسیر عثمانی، العقل والنقل، اعجاز القرآن، الاسلام، الشہاب، الروح فی القرآن اور فضل الباری شرح بخاری اردو عظیم علمی شاہکار ہیں۔

مجاہد الاسلام مولانا حسین احمد مدنیؒ کی نقش حیات اور مکتوبات وغیرہ اور اسیر مالٹا وغیرہ مشہور ہیں۔ فخر الاسلام مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ کی شہرۂ آفاق کتاب، دنیا میں اسلام کیوں کر پھیلا، اور تعلیمات اسلامیہ سہ حصص، القصیدۃ الاسلامیہ وغیرہ زیادہ مقبول ہیں۔

فقیہ النفس مفتی عزیز الرحمٰن عثمانیؒ کے فتاویٰ، ضخیم اور مبسوط جلدوں میں علمی شاہکار ہیں۔ عارف باللہ مولانا سید اصغر حسین صاحبؒ کی تصنیفات میں مفید الوارثین، حیات شیخ الہند، فتاویٰ محمدی کامل، الجواب المتین، مولوی معنوی اور

حیات خضر وغیرہ۔ شیخ الاسلام مولانا ظفر احمد عثمانی ؒ کی سینکڑوں تالیفات کے علاوہ "اعلاء السنن" بیس ضخیم جلدوں میں، احکام القرآن دو جلدوں میں، فتاویٰ امداد الاحکام، القول المنصور وغیرہ شہرۂ آفاق تالیفات ہیں اور اکابر علماء کرام سے خراج تحسین حاصل کر چکی ہیں۔

محقق الاسلام مولانا مناظر احسن گیلانی ؒ کی تدوین حدیث، سوانح قاسمی، سوانح ابوذر غفاری، اسلامی معاشیات، النبی الخاتم اور امام ابوحنیفہ کی سیاسی زندگی زیادہ مقبول ہیں۔ مفتی اعظم پاکستان مولانا مفتی محمد شفیع دیوبندیؒ کی فتاویٰ دارالعلوم دیوبند، احکام القرآن، ختم نبوت، الحیلۃ الناجزہ، جواہر الفقہ اور تفسیر معارف القرآن آٹھ جلدوں میں شہرۂ آفاق تالیفات ہیں اور صدقہ جاریہ ہیں، ان کے علاوہ سینکڑوں علمی شاہکار ہیں۔ شیخ الحدیث مولانا محمد ادریس کاندھلویؒ کی مشکوٰۃ کی بے نظیر شرح عربی زبان میں، عقائد اسلام، "تفسیر معارف القرآن"، سیرت مصطفیٰ اور علم الکلام علمی شاہکار ہیں۔ بدر العلماء مولانا سید بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنی ؒ کی ترجمان السنۃ شاہکار تالیف ہے اور حکیم الاسلام مولانا قاری محمد طیب قاسمیؒ کی اسلام کا اخلاقی نظام، انسانیت کا امتیاز اور عقائد اسلام زیادہ مشہور ہیں۔

بہر حال اشاعت علوم وفنون میں علمائے دیوبند کی قابل قدر خدمات ہیں۔ دارالعلوم نے دنیائے اسلام کو علم کے علاوہ عمل دیا اور دوسری اہم مقصود بالذات چیز جو دارالعلوم دیوبند نے دنیا کو بخشی، وہ عمل ہے یعنی دارالعلوم اور اس کے سرپرست، اس کے مدرسین، اس کے فضلاء دنیا کے گوشے گوشے میں علم کے ساتھ اپنا عمل لے کر پہنچے اور انہوں نے لوگوں کو اسلام کی دعوت کے ساتھ عمل کی دعوت دی اور بہت سے علماء نے رشد وہدایت کے مسند پر بیٹھ کر ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں مسلمانوں کو اسلام کے احکام نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ پر عمل کرنے کا جذبہ بخشا اور ان کو روحانیت کے اعلیٰ مقام پر پہنچایا، اس سلسلے میں آپ خصوصی طور پر ہمارے اس بیان کو حقیقت کی نظروں سے پڑھیے کہ حاجی امداد اللہ صاحب مہاجر مکیؒ نے اپنے مرکز روحانی خانقاہِ تھانہ بھون اور مکہ معظمہ سے ہزاروں علماء اور خواص وعوام کو مخلص مومن بنا دیا، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ، حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ، حضرت مولانا رفیع الدین صاحبؒ، حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ، حضرت مولانا مفتی عزیز الرحمٰن عثمانیؒ، حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی ؒ، حضرت مولانا سید اصغر حسین دیوبندیؒ، حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ، حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ، حضرت مولانا مفتی محمد حسن امرتسریؒ، حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوریؒ، حضرت مولانا خیر محمد جالندھریؒ، حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی ؒ، حضرت مولانا احمد علی لاہوریؒ اور مفتی اعظم حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ وہ مقدس ہستیاں ہیں جنہوں نے ظاہری علوم کے ساتھ باطنی اور روحانی علوم کے مدارس کھول رکھے تھے اور جنہوں نے لاکھوں بندگان خدا کو عمل کی راہ پر گامزن کیا اور روحانیت کا درس دے کر صحیح معنی میں ان کو بندۂ عمل بنا دیا، گنگوہیؒ، تھانویؒ اور رائپوریؒ خانقاہیں ان فرشتہ نما انسانوں کی یادگاریں ہیں جن کے قدموں میں فرشتے اپنے پر بچھاتے تھے۔ علمائے دیوبند میں آپ عمل اور ان کے ذریعے عوام وخواص میں عمل کی

قوت کا ایک جذبۂ خاص آپ محسوس کریں گے جو دوسری جگہ مشکل سے آپ کو ملے گا، ان بزرگوں نے وہ کچھ کیا جو نبوت کا منشاء یعنی تزکیۂ نفوس اور تطہیر قلوب تھا۔

ایک تیسری چیز علم و عمل کے علاوہ جو دارالعلوم اور اس کے اکابر نے دنیائے اسلام کو بخشی وہ احسان، اخلاص اور تقویٰ تھا، چنانچہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ سے لے کر اب تک دارالعلوم میں ہر چھوٹے اور بڑے کا یہ جذبہ رہا ہے کہ تبلیغ دین کو انہوں نے خالص اللہ کے لئے اپنا مطمع نظر بنائے رکھا، ان کے ہر دینی عمل میں خلوص اور للّٰہیت رہی ہے، انہوں نے کبھی نمائش و نمود کے لئے دین کی خدمات انجام نہیں دیں، وہ کم علم اور دنیا دار پیروں اور مولویوں کی طرح جبہ و دستار سے مزین ہو کر عوام کو محصور کرنے سے مجتنب اور متنفر رہے ہیں، انکساری و تواضع، عاجزی اور فروتنی ان کی امتیازی شان رہی ہے، انہوں نے اپنے آپ کو کبھی مسعود خلائق نہیں بنایا، کبھی عوام سے سجدے نہیں کرائے، نہ دست بوسی اور قدم بوسی کی عوام سے امید رکھی، نہ محراب و منبر پر خفیف الحرکاتی ان کا شیوہ رہا، تقاریر میں اشعار بھی پڑھے تو تحت اللفظ، یہی اخلاص کا ثمرہ تھا کہ بانی دارالعلوم مولانا محمد قاسم نانوتویؒ نے وصیت میں فرمایا کہ دارالعلوم کے لئے غرباء و عوام کی اعانت پر نظر رکھی جائے اور توکل کو پورے طور پر عمل میں لایا جائے، چنانچہ کئی دفعہ ایسا بھی ہوا کہ دارالعلوم کے خزانے میں ایک پیسہ بھی نہ ہوتا لیکن فوراً ہی قدرت کوئی انتظام کر دیتی تھی۔ اس کے مالی کام میں کبھی بھی رخنہ نہیں پڑا۔ ۱۹۴۷ء میں ہندوستان کے دو حصے ہو گئے، ڈر تھا کہ اس نازک دور میں دارالعلوم کو مالی نقصان نہ پہنچ جائے لیکن بحمدللہ اب پہلے سے زیادہ آمدنی ہے مگر سب کام توکل پر چل رہا ہے، یہ اخلاص ہی کا نتیجہ تھا اور ہے کہ اکابر دیوبند نے ہزاروں روپیہ ماہوار کی تنخواہوں کو ٹھکرا کر چالیس پچاس اور ساٹھ روپیہ ماہوار پر دارالعلوم میں اپنی زندگیاں ختم کر دیں، طلباء کو پرائیویٹ پڑھانے پر کوئی معاوضہ لینا سخت عیب سمجھا جاتا ہے، بہر حال دارالعلوم نے اپنے فرزندوں میں اللہ کے لئے کام کرنے کا جذبہ بخشا اور خلق اللہ کی خدمات انجام دیں، وہ اپنی نظروں پر مالک الملک ذوالجلال والاکرام کے سوا کسی کو جگہ نہ دیتے تھے اور جیسا کہ علامہ رشید رضا نے کہا کہ ''دارالعلوم کے علماء بہت زیادہ خود دار ہیں، بس اسی کام کا نام خلوص اور تقویٰ ہے''، رسالہ مصطلحات صوفیائے کرام میں اخلاص کی تعریف ان الفاظ میں کی گئی ہے:

> ''اخلاص یہ ہے کہ غیر حق سے (صوفی) مبرا ہو جائے اور مخلوق سے ہر معاملے میں (اللہ کے سوا) بے پروائی برتے۔''

یہی حقیقت تھی کہ دیوبند کے اکابر اور وہاں کے تعلیم یافتہ فضلاء کبھی حکومت فرنگ کے سامنے نہیں جھکے۔ ۱۹۱۴ء کی جنگ کے بعد ایک وقت ایسا بھی آیا جب جمعیت الانصار اور ریشمی رومال کی تحریک کے باعث لندن کی پارلیمنٹ میں دارالعلوم کو بند کر دینے کا فیصلہ کر دیا گیا لیکن دارالعلوم نے اس کو چیلنج کیا اور بالآخر اس کو فتح نصیب ہوئی اور الحمدللہ کہ فرنگی کا راج کل ہند و پاک سے چلا گیا مگر دارالعلوم اپنی جگہ آج بھی رسمی آب و تاب اور شان و شوکت سے قائم ہے اور آئندہ

بھی انشاءاللہ تعالیٰ قائم رہے گا۔

دارالعلوم کے اکابر میں اگر خلوص کی بجائے حرص وطمع ہوتی تو وہ حکومتِ فرنگ کی گرانٹ قبول کر لیتے لیکن انہوں نے سلطنت برطانیہ سے امداد کی خواہش تو کجا خود حکومت کی امداد دینے کی خواہش اور درخواست کو بھی ٹھکرا دیا اور ابھی تک برہمنی راج میں بھی وہ اپنے سر پُروقار کو بلند کیے ہوئے ہیں اور بزبانِ حال علامہ اقبال کے اس شعر پر عمل پیرا ہیں۔

جن کی دنیا میں نہ دیکھا میں نے افرنگی کا راج   من کی دنیا میں نہ دیکھے میں نے شیخ و برہمن

بلکہ اقبال کے دوسرے شعر پر دارالعلوم کی مصلحت آمیز نظر رہی۔

پانی پانی کر گئی مجھ کو قلندر کی وہ بات   تو جھکا گر غیر کے آگے نہ من تیرا نہ تن

لہٰذا دارالعلوم نے اپنے اخلاص کی خاطر اپنے من، تن، سر اور آنکھ کو غیروں کے سامنے کبھی نہیں جھکایا، بس اسی اخلاص اور تقویٰ پر دارالعلوم دیوبند کاربند ہے اور یہی اخلاص اس نے اپنے فضلاء اور معتقدین کو بخشا ہے، گویا دارالعلوم نے علم، عمل اور اخلاص یعنی تقویٰ دے کر جو کہ اسلام میں مقام احسان ہے، حضرت مجدد الف ثانیؒ کے قول کے مطابق اپنے طلباء علماء اور متعلقین کی شریعت کو مکمل کر دیا اور جس کی شریعت مکمل ہوگئی، اس سے خدا راضی ہوگیا۔ ورضوان من اللہ اکبر

بہر حال دارالعلوم کی بنیاد اخلاص وتقویٰ پر رکھی گئی ہے جس کی وجہ سے وہ مقبول ہوا اور یہی خلوص وراثت میں وہاں کے فضلاء کو ملا اور یہ حقیقت ہے کہ اکابر دیوبند کے عمل، علم اور خلوص کا مقابلہ کسی دوسرے ادارے کا کام نہیں اور ان حضرات کی مثال سے دنیا خالی ہے۔ اکابر علمائے دیوبند کی جماعت میں سے علم وعمل کے اکثر شہسوار اس دنیا سے رخصت ہو چکے ہیں، صرف چند اکابر بقید حیات ہیں جو مِن اپنے اسلاف کا نمونہ ہیں، حق تعالیٰ ان کی عمروں میں برکت عطا فرمائے اور ہمیں اپنے اکابر کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق فرمائے۔ آمین ثم آمین

☆......☆......☆

کتاب کی قدر وقیمت

کسی باذوق اور صاحب علم کا قول ہے: ''عمدہ کتاب حیات ہی نہیں ایک لافانی چیز ہے اور یہ خود ہی لافانی نہیں بلکہ اپنے لکھنے والوں کو، ان کو جن کا اس میں ذکر ہوتا ہے اور بعض اوقات پڑھنے والوں کو بھی لافانی بنادیتی ہے، کیوں کہ عمدہ کتاب نے انسان کے اخلاق اور طبائع پر گہرے نقوش چھوڑے ہیں، خیالات میں عظیم الشان تغیر پیدا کیا ہے، ملکوں کی کایا پلٹ دی ہے، قوموں کے سوئے ہوئے جذبات میں حیرت انگیز طور پر ہلچل مچادی ہے، مردہ دلوں کو زندہ جاوید بنادیا ،قوموں کے انسانیت کے کھوکھلے ڈھانچوں میں روح پھونک دی ہے۔ بہت کم وقت میں بعید ترین قوموں کے حالت، اخلاق، عادات اور ان کی تمام معاشرت معلوم کرادیتی ہے، ایک دوسرے کو سمجھنے میں پورا حق ادا کرتی اور خیالات کی اصلاح کردیتی ہے، غرض یہ کہ زندگی کے ہر موڑ پر رہنمائی کرتی ہے۔ ابن الاعرابی نے کیا خوب کہا ہے:

لنا جلساء ما نمل حدیثھم   الباء مأمونون غیبًا ومشھدًا